معاہدہ یہود علمی نقطہ نظر سے

تصویر کا دوسرا رخ

(از مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

ان تمام وجوہات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ انصاف کیجئے کہ یعقوبی اور مسعودی کی تاریخی تحقیق کو بے سند اور بے وجہ قرآن عزیز کے مخالف اور معارض قرار دے کر پروفیسر صاحب نے کونسی علمی خدمت انجام دی ہے اور مجھ کو جس تحدی اور چیلنج کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے وہ کہاں تک قرینِ انصاف ہے۔

میرا یہ دعویٰ ہرگز نہیں ہے کہ مسعودی اور یعقوبی کی یہ "نسبی تحقیق" ایک نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہو اور اس کا مخالف پہلو محال یا ناممکن ہے بلکہ یہ تاریخی مسئلہ ہے جس کے دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک کے ثابت ہو جانے کے بعد بھی قرآنِ عزیز کی زیرِ بحث خطابت ہر حالت میں صحیح اور درست ہے۔

اس لئے پروفیسر صاحب کو یہ تو قطعی حق حاصل تھا کہ وہ اسکے خلاف صحیح دلائل پیش کرکے اس کو غلط ثابت کردیں۔ لیکن ان کی بحث کا موجودہ طریقہ بلاشبہ قابلِ اعتراض و احتجاج ہے۔

بہرحال یہ ایک ضمنی مسئلہ ہے جو تاریخی حیثیت رکھتا ہے، اس سے اصل مسئلہ زیرِ بحث پر کوئی اثر نہیں پڑتا اسی لئے میں نے اپنے مضمون میں یہ تصریح کردی تھی۔

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مرجوح اقوال کی بنا پر یہ تینوں قبائل اسرائیلی یہودی تھے
تب بھی یہ مغالطہ، علمی تحقیق کے قطعاً خلاف ہے اور تمام علماء سیر متقدمین و متاخرین کا بلا
خلاف اس پر اتفاق ہے کہ یہ معاہدہ یثرب (مدینہ) کے تمام یہودیوں کے ساتھ ہوا ہے
جن میں یہ تینوں بھی شامل ہیں۔ الخ۔ برہان صفحہ ۳۰۴ (نومبر)

میں نے بطریقِ اختصار جلیل القدر اربابِ سیر، محدثین اور مفسرین کے چند نام شمار کر کے یہ ثابت کیا تھا کہ جمہور علماءِ اُمت اس معاہدہ کو "یہود سے متعلق معاہدہ" سمجھتے ہیں اور ان سب کے نزدیک یہ تینوں قبائل بھی اُس میں اُسی طرح شریک ہیں جس طرح دوسرے یہود۔ مگر پروفیسر صاحب علماءِ اسلام کے اس اجماع و اتفاق کی پرواہ کئے بغیر ارشاد فرماتے ہیں۔

مجھے کوئی عہدنامہ (جہاں تک میری نظر ہے) تاریخ و سیر کی کتابوں میں ایسا نہیں ملا جس کو میں کہہ سکوں کہ یہ رسول اللہ اور قبائل مزبورہ کا عہدنامہ ہے۔

اس لئے اب میرے نزدیک ان قبائل کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہونا تین صورتوں میں سے ایک صورت میں ہوگا۔

اور پھر پہلی صورت تحریر فرماتے ہوئے حاشیہ کی عبارت میں تحریر فرماتے ہیں۔

دیکھئے برہان اکتوبر نمبر صفحہ ۲۹۶۔ اس کے ذیل میں میں نے لکھا ہے وہ (اسرائیلی قبائل) حلیف تھے مگر اس حیثیت سے کہ وہ اوس و خزرج کے حلیف تھے نہ اس حیثیت سے کہ اس نامہ کے ماتحت تھے۔

علمی بحث میں پروفیسر صاحب کا یہ (مغالطہ آمیز) طرز میرے لئے تو بہت ہی عجیب اور تکلیف دہ ہے۔ غور فرمائیے کہ معاہدہ زیر بحث کو نظر انداز کر کے تاریخ و سیر کی کتابوں میں تلاش کی ضرورت جب پیش آنی چاہئے تھی کہ کسی نے یہ دعویٰ کیا ہوتا کہ اس عہدنامہ یا نامۂ مبارک

کے علاوہ کوئی دوسرا عہد نامہ بھی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نامبردہ قبائل کے درمیان ہوا ہے۔[1]

میں نے تو یہ لکھا ہے کہ سلف سے خلف تک ہزاروں مسائل میں اختلاف کے باوجود علماءِ اُمت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ یہ معاہدہ تمام یہودِ مدینہ سے ہوا ہے۔ اور جناب جمہور کے اس اجماع کے مقابلہ میں نہ صرف مخالف رائے رکھتے ہیں بلکہ معاہدۂ زیربحث کو چھوڑ کر تاریخ وسیرت کے ذخیرہ میں یہ تلاش کرنے لگتے ہیں کہ ان نامبردہ قبائل سے کوئی اور معاہدہ ہوا ہے یا نہیں اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔

نیز صاحب رسالہ "متحدہ قومیت اور اسلام" نے بھی جمہور علماءِ اسلام کی طرح اگر اس کو تمام یہود مدینہ سے ہی متعلق سمجھا تو وہ خطاوار اور جناب نے بے دلیل محض قیاس آرائی سے جمہور کا خلاف کیا تو عین صواب۔ یہ عجب انصاف پسندی ہے۔

پروفیسر صاحب نے پھر ایک مرتبہ اس کو دوہرایا ہے کہ یہود کے یہ تینوں قبائل اوس و خزرج کے حلیف تو تھے مگر نہ اس حیثیت سے کہ اس "نامہ" کے ماتحت تھے۔

اس کا مدلل جواب نومبر کے برہان میں دیا جا چکا ہے اور اگرچہ پروفیسر صاحب کے موجودہ مضمون میں بھی قیاس آرائیوں کے علاوہ اس کے خلاف کوئی ٹھوس مواد موجود نہیں ہے تاہم مزید اتمامِ حجت کے لئے حسب ذیل منصوص اور معقول دلائل طالبِ عدل و انصاف ہیں۔

نامۂ مبارک کے ابتدائی جملے قابلِ غور ہیں۔

ھذا کتاب من محمد النبی رسول اللہ بین المومنین والمسلمین من قریش و اھل

[1] البتہ ۵ھ میں اس معاہدہ کی خلاف ورزی کے بعد بنی قریظہ سے مسلمانوں کا دوسرا معاہدہ ہوا تھا جس کو میں برہان ماہ نومبر میں بیہقی سے نقل کر چکا ہوں شاید پروفیسر صاحب کو تلاش میں یہ بھی دستیاب نہیں ہوا۔ ۱۲

يثرب ومن تبعهم، فلحق بهم وجاهد معهم انهم امة واحدة

دون الناس الخ. کتاب الاموال لابی عبید صفحہ ۲۰۳۔

یہ تحریر ہے اللہ کے نبی و رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی۔ قریشی مسلمانوں (مہاجرین) اور یثربی مسلمانوں (انصار) اور اُنکے ساتھ پابند ہو جانیوالوں اور ان کے ساتھ مل جانے والوں اور ساتھ ہو کر جہاد کرنے والوں کے مابین (قبائلِ انصار کے یہود، باقی تمام یثربی قبائل کے یہود اور سب کفار جو مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد کریں)

اب غور طلب امر یہ ہے کہ اس معاہدہ کے وقت ان تینوں قبائل زیر بحث کی حیثیت کیا تھی۔ اگر وہ اوس و خزرج (انصار) کے حلیف تھے اور حلیف رہے جیسا کہ پروفیسر صاحب کو خود بھی اقرار ہے تو ”فلحق بہم“ میں داخل ہو کر براہ راست معاہدہ میں شامل ہیں۔ اور اگر وہ نہ صرف حلیف تھے بلکہ اوس و خزرج (انصار) کے تابع تھے تب بھی ”ومن تبعہم“ میں داخل ہو کر براہ راست معاہدہ کے معاہد ہیں۔ اور اگر نہ ”فلحق بہم“ میں نہ ”ومن تبعہم“ میں اور نہ ”جاہد معہم“ میں کسی بھی جماعت میں شامل نہیں ہیں تو ”امۃ واحدۃ دون الناس“ کی دفعہ کی رو سے وہ فریق مخالف و محارب میں شامل ہو جاتے ہیں مگر یہ صحیح احادیث و روایات کے قطعاً خلاف ہے اس لئے کہ اس معاہدہ کے کچھ عرصہ کے بعد جب قریش نے یہود سے ساز باز شروع کر دی تو مسلمانوں کو بنی نضیر و قریظہ سے محاربت (جنگ) کی نوبت آگئی اور اس کا سبب اسی معاہدہ کا نقضِ عہد بتایا گیا۔ بخاری کی اس روایت کے تحت میں جس میں کہ یہ واقعہ مذکور ہے حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں

ابن مردویہ نے بنی نضیر کے واقعہ کو صحیح سند سے	روى ابن مردويه قصة بني النضير
روایت کیا ہے (جس کا ٹکڑا یہ ہے) بدر کے معرکہ	باسناد صحيح (الى) فلما كانت وقعة

بعد کتبت کفار بعدھا الی الیھود — کے بعد کفار قریش نے یہود کو ایک خط لکھا جس میں تحریر
انکم اھل الحلقۃ والحصون — تھا کہ تم اگر اب بھی مسلمانوں کے ساتھ اپنے عہد پر قائم
یھدونھم فاجمع بنو النضیر — رہے تو تمہارے حق میں یہ اچھا نہ ہوگا جبکہ تم زرہ بکتر
علی الغدر الخ (فتح جلد ۷) — اور قلعوں کے مالک ہو۔ تب بنونضیر عہد توڑنے پر

اور اس سے آگے نقل روایت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وکان سبب وقوع المحاربۃ — بنی نضیر سے جنگ پیش آنے کا سبب یہ تھا کہ
نقضھم العھد۔ — انھوں نے معاہدہ توڑ دیا تھا۔

سو اگر یہ تینوں قبائل معاہدۂ زیر بحث سے خارج تھے تو پھر وہ کونسا معاہدہ تھا جسکو بنی نضیر نے توڑا اور غدار و ناقضِ عہد کہلائے اور محدثین کو یہ ثابت کرنا پڑا کہ بنی نضیر سے جنگ کے معاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی جانب سے خلاف ورزی نہیں ہوئی بلکہ خود ان ہی کی جانب سے عہد شکنی پیش آئی۔

نیز پروفیسر صاحب کا یہ کہکر دلیل سے گریز کرنا کہ اس کے علاوہ کوئی اور معاہدہ ہوا ہوگا جواب موجود نہیں ہے۔ تو وہ ریت پر قلعہ تعمیر کرنے کے مرادف ہے۔ جبکہ تمام ذخیرۂ روایات میں اُس کے وجود تک کا ذکر موجود نہیں ہے بلکہ اُس کے برعکس جمہور علماء اس نقضِ عہد کے موقعہ پر اسی زیر بحث معاہدہ کو پیش کرتے جاتے ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن قیم وغیرہ سے نقل کرچکا ہوں۔ اور عنقریب دوسری نقول پیش کروں گا۔

لہٰذا یہ قطعی اور منصوص فیصلہ ہے کہ "من تبعھم" اور "لحق بھم" میں قبائل انصار کے یہود اور باقی تمام قبائل یہود مدینہ شامل ہیں، بلکہ "لحق بھم وجاھد معھم" میں دوسرے وہ تمام کفار بھی شامل ہوسکتے ہیں جنھوں نے ان صفات کے مطابق عملی ثبوت دے کر معاہدہ کو تسلیم کرلیا ہو۔

اب دوسری نقول قابلِ ملاحظہ ہیں۔

علامہ وشتانی نے ان قبائل سے جنگ والی حدیث کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے

(قلت) لما استقر الاسلام بالمدينة وظهر كتابه صلى الله عليه وسلم فيما بينه وبين اليهود وشرط لهم فيه وشرط عليهم وانهم فيه على انفسهم واموالهم حتى نقضوا العهد فكانوا بعد النقض فى حكم المحاربين واول نقض منهم بنو قينقاع (اکمال اکمال المعلم شرح مسلم ص۱۹ باب المغازی ص۵۷)

میں کہتا ہوں کہ جب مدینہ میں اسلام نے جڑ پکڑ لی اور اس معاہدہ کا معاملہ پیش آیا جو آپکے اور یہود کے درمیان ہوا اور جس میں ان کے لئے اور انکے ذمہ شرائط لکھی گئیں اور اس کی رو سے وہ جان و مال میں بالکل محفوظ ہو گئے یہاں تک کہ انھوں نے اس عہد کو توڑ دیا تو اب نقضِ عہد کے بعد وہ حربی بن گئے اور سب سے پہلے بنی قینقاع نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔

اور علامہ عینی شرح بخاری میں غزوہ بنی نضیر کے متعلق تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(باب حديث بنى نضير) وهم قبيلة من يهود المدينة وكان بينهم وبين رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عقد موادعة قال ابن اسحق قريظة والنضير والنحام وعمرو وهم اصول بنى خزرج بن الصريح بن التومان الخ جلد ۸ صفحہ ۸۰ اور قسطلانی جلد ۶ ص۳۷۶

(بنی نضیر کی حدیث والا باب) بنو نضیر یہود مدینہ کے قبائل میں سے ایک قبیلہ ہے ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا اور ابن اسحٰق نے یہ بھی کہا ہے کہ قریظہ، نضیر، نحام اور عمرو یہ سب بنی خزرج بن صریح بن تومان کے آباؤ اجداد ہیں۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابن اسحٰق اگرچہ ان ہرسہ قبائل کو اسرائیلی سمجھتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ ان تینوں کے علاوہ اور بھی اسرائیلی قبائل یہاں موجود تھے مثلاً بنی النحام اور بنی عمرو۔

اور بخاری کے باب مغازی کی شرح میں حافظ الدنیا امام حدیث وسیر ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

وکان الکفار بعد الهجرة مع النبی	اور ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم علی ثلثة اقسام	کے لئے کفار کی تین قسمیں تھیں وہ ایک قسم
قسم وادعهم علی ان لا یحاربوا	جن سے آپ نے آپس میں جنگ نہ کرنے اور
ولا یمالئوا علیه عدوهم	ایک دوسرے کے دشمن کی جانب نہ جھکنے
طوائف الیهود الثلثه قریظة	کے متعلق معاہدہ کر لیا تھا اور یہ یہود کے تینوں
والنضیر وقینقاع الخ	قبائل قریظہ نضیر اور قینقاع تھے۔

(فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۲۶۳)

یہ اور اسی قسم کی تمام نقول جو جلیل القدر محدثین وائمہ سیر سے منقول ہیں تصریح کرتی ہیں کہ قریظہ، نضیر، اور قینقاع کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدہ سے اُن کی مراد یہی معاہدہ زیر بحث ہے۔ اسی لئے یہ تمام ارباب تصنیف ابن اسحٰق کے حوالہ سے اس کا ذکر کرتے جاتے ہیں۔

(۲) جب رسول اللہ صلی اللہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے باشندوں کے تمام مذہبی و سیاسی حالات میں انقلاب ہو گیا، اور جس طرح عبداللہ بن اُبی کی سرداری کا معاملہ اور اوس و خزرج کے درمیان جنگ کا سلسلہ ختم ہو گیا اُسی طرح قبائل میں صلح و معاہدہ اور جنگ کا نقشہ

بھی بدل گیا اور اوس وخزرج نے اب یہ تمام معاملات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی مبارک کے حوالہ کردیئے۔

اور آپ نے مدینہ کے موجودہ حالات کو پیش نظر رکھ کر سب سے پہلے یہ ضروری سمجھا کہ دو اہم امور جلد طے ہوجانے چاہئیں ایک مہاجرین وانصار اور انصار کے باہم قبائل کے درمیان اصلاح ذات البین وغیرہ کے معاملات اور دوسرے یہود کی مقابل طاقت کے ساتھ صلح ومعاہدہ تاکہ پھر قریش کی محاربانہ اور معاندانہ سازشوں اور جنگ وجدل کے مقابلہ میں مضبوط محاذ قائم ہوسکے۔ پس اگر پروفیسر صاحب کی (پہلی صورت) کے ارشاد کے مطابق اس معاہدہ یا نامۂ نبوی کے ماتحت یہ تینوں قبائل کسی حیثیت سے بھی شامل نہیں کئے گئے۔ تو اسلامی احکام کی رو سے اوس وخزرج اور ان تینوں کے باہم حلیف ہونے کا معاملہ ختم ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اب اوس وخزرج "انصار" ہیں پہلے کے اوس وخزرج نہیں ہیں اب ان کا معاہدہ کسی سے جب ہی ہوسکتا ہے کہ یا مرضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اُن کے پچھلے معاہدہ کو باقی رکھا جائے یا ختم کردیا جائے پس اگر باقی رکھا گیا تو ہر عقلمند یہی کہنے پر مجبور ہے کہ وہ اس زیر بحث معاہدہ اور نامۂ نبوی کے ماتحت "معاہدہ کی صورت میں" باقی رکھا گیا اور اگر ختم کردیا گیا تو پھر اس معاہدہ سے قریب ہی زمانہ میں ان قبائل پر جہاد کرتے وقت، جہاد کا سبب "ان قبائل کا معاہدہ کی خلاف ورزی اور نقض عہد بتانا" ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا حالانکہ بخاری اور مسلم کی صحیح احادیث میں ان قبائل سے جنگ کو جو واقعات مذکور ہیں اُن کی شرح میں تمام محدثین یہی سبب بیان کرتے، اور نقضِ عہد میں اسی معاہدۂ زیر بحث کو پیش کرتے چلے آتے ہیں۔

(۳) اور اگر بالفرض ان تینوں قبائل کا معاہدہ اس کے علاوہ دوسرا تھا جیسا کہ پروفیسر صاحب کی بیان کردہ دوسری صورت سے ظاہر ہوتا ہے تو اس کی عبارت نہ سہی کم از کم صرف اُسکے

ہونیکا بھی صاف صاف ثبوت پیش کرنا چاہئے ورنہ محض قیاسی اٹکل سے یہ کہدینا کہ وہ ضائع ہوگیا ہوگا یا ذکر نہ ہوا ایسی صورت میں کسی طرح قابل توجہ نہیں ہوسکتا جبکہ سلف سے خلف تک جمہور علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہو کہ قبائل ثلثہ سے جو معاہدہ ہوا ہے وہ یہی ہے جو کتب مسطورہ بالا میں مذکور ہے۔ اورکسی شے کے عدم ذکر سے اُس کا عدم اسی وقت تک لازم نہیں ہوتا جبکہ اُس کے خلاف کوئی مانع موجود نہ ہو اور یہاں اُس کے مقابلہ میں "اجماع علماء اُمت" موجود ہو تو پھر یہ قیاس باطل ہے

(۴) نیز معاہدہ یہود کے ضائع ہونے کی نظیر میں پروفیسر صاحب کا یہ فرمانا

غزوۃ العشیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مدلج اور بنی ضمرہ دونوں سے عہد پیمان کیا جو معاہدہ بنی ضمرہ سے ہوا وہ بالفاظہا موجود ہے اور بنی مدلج کا نہیں ملتا حالانکہ ممکن ہے ان کیلئے جداگانہ معاہدہ کیا گیا ہو۔ شواہد بھی اس کے موجود ہیں واقدی نے لکھا ہے (لما قتل کعب بن اشرف) فزعت الیهود الخ اس بیان میں جس تحریر یا عہد و پیمان کا ذکر آتا ہے وہ اب کہیں نہیں ملتی۔

قیاس مع الفارق ہے یعنی بے جوڑ بات ہے اس لئے کہ بنی ضمرہ کے معاہدہ یا مذکورہ بالا تحریر کے ساتھ تو تمام ارباب سیر و تاریخ فقط یہ ذکر کردیتے ہیں کہ بنی مدلج سے بھی معاہدہ ہوا یا کعب بن اشرف کے قتل کے بعد مسطورہ بالا تحریر لکھی گئی لیکن کوئی ایک مورخ یا عالم سیرت احکام شرعی یا تاریخی حوالجات میں کسی تحریر کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ بنی مدلج کا معاہدہ یہ ہی یا مسطورہ بالا تحریر بنی مدلج کا معاہدہ ہی لہذا اس کا موجود نہ ہونا مسلّم ہی بخلاف یہود مدینہ کے معاہدہ کے کہ اس کے متعلق تو بیسیوں حوالجات سے یہ ثابت کرچکا ہوں کہ جمہور علماء اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ نامۂ زیر بحث ہی وہ معاہدہ ہی جو قریظہ، نضیر، قینقاع اور تمام یہود مدینہ سے ہوا ہے۔ اور محدثین حدیثی مباحث میں، مفسرین، تفسیری مذاکروں میں، فقہاء فقہی استناد و استشہاد میں اور ارباب سیر تاریخ کے مسائل میں

باتفاق رائے اس کو بھی کہہ کر پیش کرتے اور سند شہادت، اور دلیل ٹھیرائے جاتے ہیں کہ یہ معاہدہ یہود سے تھا۔ ع

بہیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

جن حضرات کو ان مسائل کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ ان کے حقائق کے فہم وادراک کا ملکہ بھی خدائے برتر کی جانب سے عطا ہوا ہے وہ سہیلی کی روض الانف اور زرقانی کی شرح مواہب لدنیہ میں غزوہ بواط اور غزوہ عشیرہ کی بحث کو از اول تا آخر پڑھ کر بآسانی یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ بنی ضمرہ اور بنی مدلج کے ساتھ جو معاملہ پیش آیا وہ تقریباً ایک ماہ کے فرق سے ہوا ہے۔ صفر سنہ ۲ ہجری میں بنی ضمرہ کا واقعہ پیش آیا اس کے بعد بنی مدلج کا۔ اور چونکہ بنی مدلج، بنی ضمرہ کے حلیف تھے لہذا جس قسم کا معاہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بنی ضمرہ کے درمیان ایک ماہ پیشتر ہوا تھا ایک ماہ بعد بعینہ وہی شرائط بنی مدلج کے سامنے پیش کردی گئیں اور انہوں نے اپنے پیشرو حلیف قبیلہ بنی ضمرہ کی طرح ان کو بکلمہ قبول کرلیا پس جبکہ بنی ضمرہ کے پورے معاہدہ میں لفظ بنی ضمرہ کے بجائے صرف بنی مدلج کے علاوہ ایک لفظ کا بھی فرق نہیں تھا تو اصحاب سیر نے صرف اس کا حوالہ دیدینا ہی مناسب سمجھا اور بنی مدلج کے معاہدہ کی عبارت کو تحریر نہیں فرمایا۔

(۵) نیز اس سلسلہ میں پروفیسر صاحب کا غزوہ بنی قینقاع کے بیان میں واقدی کی حسب ذیل عبارت پیش کرنا۔

لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وادعتہ یہود کلھا وکتب بینہ وبینھا کتابا والحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل قوم بحلفاءھم الخ

اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا۔

میرے نزدیک یہ عہدنامہ بھی تاریکوں میں نہیں ہے

یا سخت غلط فہمی پر مبنی ہے اور یا حق کی راہ کو چھوڑ کر بات کی پچ پیش نظر ہے۔ ورنہ تو واقدی کا

اس تحریر میں زیرِ بحث معاہدہ سے جدا کسی اور معاہدہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ اُسی مشہور معاہدہ کے اصلی الفاظ نقل کئے بغیر اپنے الفاظ میں اختصار کے ساتھ اُس کا تذکرہ کرنا مقصود ہے اور بس۔

مگر چونکہ واقدی نے "یہود لکھا" کہہ کر یہ ظاہر کر دیا کہ معاہدۂ زیرِ بحث تمام یہود سے متعلق تھا اور یہ آپ کے خلافِ منشا ہے لہذا بہترین ترکیب یہی ہو سکتی تھی کہ اس کو ایک جدا معاہدہ کہہ دیا جائے۔ حالانکہ اس کے خلاف خود عبارت ہی میں قرائن موجود ہیں مثلاً مدینہ آنے کے متصل ہی معاہدہ کرنا اور ہر قبیلہ کو اُس کے حلیفوں کے ساتھ شامل کرنا وغیرہ۔

مگر اس مغالطہ کے باوجود پروفیسر صاحب کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس کو کسی طرح صحیح نہیں تسلیم کیا جا سکیگا اس لئے اس کے تحت میں حاشیہ کی عبارت میں یہ بھی فرما دیا ہے۔

> اگرچہ ہماری رائے اس کے خلاف ہے تاہم اگر کوئی اس بیان کو نامۂ زیرِ بحث سے متعلق ہونے پر اصرار کرے تو ہمیں انکار کی ضرورت نہیں۔

(۶) میں نے جلیل القدر محدثین و اربابِ نقول کے حوالہ دیکر یہ ثابت کیا تھا کہ جمہور کی بھی رائے یہی ہے جو حضرت مولانا حسین احمد صاحب کی رائے ہے البتہ آپ کی رائے کی موافقت میں اسلامی علمی ذخیرہ میں ایک رائے بھی موجود نہیں ہے۔ اس پر پروفیسر صاحب جو کچھ تحریر فرماتے ہیں وہ قابلِ ملاحظہ ہے۔

> میں ان حضرات کی شہادت کی صحت کو نہیں مانتا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ زیرِ بحث نامۂ مبارک میں مجھے کوئی اندرونی شہادت ایسی نہیں ملتی جو محولہ بالا بیرونی شہادت کی تصدیق کرتی ہو ——— اور جب تک یہ بیرونی شہادتیں اندرونی شہادت سے مطابق نہ ہوں خواہ ان کا کتنا ہی انبار کیوں نہ ہو۔ الخ

اس کے متعلق میں صرف یہی گذارش کر سکتا ہوں کہ بحث کا جو طریقہ شروع ہی سے جنابنے

اختیار فرمایا ہے اُس کا قدرتی نتیجہ یہی ہو سکتا تھا جو آپ کے زورِ قلم سے اب نکلا ہے۔

بہر حال جناب کو یہ معلوم رہے کہ یہ بیرونی شہادتیں کچھ اٹکل کے تیر نہیں ہیں بلکہ اپنے ساتھ مضبوط قرائن اور محکم دلائل و شواہد رکھتی ہیں پس جناب کے تسلیم نہ کرنے سے اس (انبار) کا علمی وزن کم نہیں ہو سکتا خصوصًا جبکہ علماءِ اسلام نے اس سے فقہی، حدیثی، اور تاریخی مسائل میں استناد و استشہاد تک کیا ہو۔ اور صراحت کے ساتھ یہ کہہ کر کیا ہو کہ یہ معاہدہ یہود ہے۔

رہا اندرونی شہادت کا بیرونی شہادت سے مطابقت کا معاملہ سو اس کو بہت تفصیل کے ساتھ اکتوبر کے برہان میں بھی اور صفحاتِ گذشتہ میں بھی مشرح بیان کیا جا چکا ہے۔ البتہ ؎

چشم حق بیں چاہئے حق کی حمایت کے لئے

پھر اس سے آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔

اس لئے کہ ان بیرونی شہادتوں کے الفاظ میں۔ الفاظ کے مفہوم میں، مفہوم کے نتائج میں کھُلا اختلاف موجود ہے۔ ابن ہشام نے اس نامہ کے عنوان میں بروایت ابن اسحٰق لکھا ہے اور نسبتًا اچھا لکھا ہے۔

كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم كتابًا بين المهاجرين والانصار وادع فيه يهود وعاهدهم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریر مہاجر و انصار کے باب میں لکھوائی جس میں یہود سے عہد و پیان فرمایا۔

سیرت ابن ہشام کے شارح علامہ سہیلی روض الانف میں اسی عنوان یا اس کے مفہوم کو یوں ادا فرماتے ہیں۔

كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما بينه وبين اليهود	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نامہ جو آپ نے اپنے اور یہود کے مابین لکھوایا۔

کہاں بین المہاجرین والانصار اور کہاں بینہ وبین الیہود اس میں نامۂ مبارک کے الفاظ ہی نہیں چھوٹے بلکہ تحریر کی نوعیت ہی بدل گئی ۔ الخ

اب ابن اثیر کو دیکھئے فرماتے ہیں۔

دخل - فی عقدہ علیہ السلام	رسول اللہ کا مہاجرین وانصار میں ایک تحریر
الالفۃ بین المہاجرین والانصار	کے ذریعہ جس کے باعث آپ نے حکم دیا اور وہ
بالکتاب الذی امر بہ فکتب	لکھی گئی" باہم الفت اور وہ بھائی چارہ قائم
والمواخاۃ التی امرھم بھا و	کرنا جس کے لئے آپ نے ارشاد فرمایا اور مسلمانو
قررھم علیھا وموادعۃ الیہود	پر لازمی ٹھیرایا تھا اور آپ کا ان یہودیوں جو مدینہ
والذین کانوا بالمدینۃ	میں تھے باہم عہد و پیمان کرنا۔

وہی نامہ ہے اور اسی کا عنوان اور اسی میں مہاجرین وانصار کی مواخاۃ بھی آکر داخل ہوگئی جس کے لئے رسول اللہ کا کوئی تحریر لکھوانا ثابت نہیں ہے۔

پروفیسر صاحب کی تحریر سے یہ طویل عبارت میں نے اس لئے نقل کی کہ ایک صاحب نظر بآسانی یہ معلوم کرسکے کہ جمہور علماء اسلام کی متفقہ رائے کی مخالفت کرتے ہوئے پروفیسر صاحب کے پاس جو دلائل ہیں اُن کا کیا وزن ہے؟

ہر ایک صاحب نظر بیان کردہ حوالوں سے یہ تو بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ ابن ہشام سہیلی اور ابن اثیر تینوں کے عنوان میں "موادعۃ ومعاہدہ یہود" کا ذکر بغیر کسی اختلاف کے موجود ہے اور یہ کہ نفس معاہدۂ یہود کے متعلق اُن میں ادنیٰ سا بھی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

البتہ اس طویل عہدنامہ میں جبکہ مہاجرین اور انصار کے درمیان اصلاح ذات البین کے سلسلہ میں ادائے دیت، باہمی عدل وانصاف کا لحاظ، باہم یکدگر خیرخواہی کے لئے بھی تحریر تھا

اس لئے ان بزرگوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق ان مضامین کے مناسب عنوان قائم کر دیئے۔

اسی سلسلہ میں معاہدہ کے حسب ذیل جملے قابل لحاظ ہیں۔

المهاجرون من قريش على ربعتهم	قریش مہاجرین (دیت کے معاملات میں)
يتعاقلون بينهم معاقلهم الاولىٰ	اپنے پہلے ہی رواج پر رہیں گے۔
وبنو عوف على رباعتهم يتعاقلون	اور بنو عوف (انصاری قبیلہ) (دیت
معاقلهم الاولىٰ	کے معاملہ میں) اپنے پہلے چلن پر رہیں گے۔

اسی طرح تفصیل کے ساتھ انصاری قبائل کا ذکر کرتے ہوئے فرمان ذیشان ہے

وكل طائفة منهم تفدى عانيها	اور ہر ایک (انصاری قبیلہ اور مہاجرین) اپنے
بالمعروف والقسط بين المؤمنين	قیدی کا زرِ فدیہ باہم مسلمانوں میں بھلائی اور
	انصاف کا پاس رکھتے ہوئے ادا کر دیا کریگا۔
والمؤمنون بعضهم موالى بعض	اور دوسروں کے مقابلہ میں تمام مسلمان ایک
دون الناس	دوسرے کے محب اور دوست ہیں۔

اب انصاف کیجئے کہ اس قسم کے احکام مذکور ہوتے ہوئے اگر عنوانات مسطورہ بالا قائم کر دیے گئے تو عنوانات کے لفظی اختلاف سے مفہوم اور نتیجہ کا اختلاف، کیسے لازم آگیا۔ جبکہ نامۂ مبارک یا معاہدۂ زیر بحث میں بھی اور پروفیسر صاحب کے بیان کردہ عنوانات میں بھی "موادعۃ یہود" کا بھی ذکر ہے اور مہاجرین وانصار یعنی مسلمانوں کے باہمی تعلقات و معاملات کا بھی، تو پھر اصل اور تبع "نوعیت تحریر کی تبدیلی، اور لفظ مواخاۃ کا اضافہ" وغیرہ قسم کی موشگافیوں سے جناب کا مقصد کیسے حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ وہ شخص جو کتب حدیث، تفسیر، سیر و تاریخ کی روایات کے لفظی اختلاف پر کافی عبور رکھتا ہے اس قسم کے لفظی اختلافات کو مفہوم اور نتیجہ کا فرق کہہ سکتا ہے؟

کیونکہ اس سلسلہ میں حسبِ ذیل شہادت قابلِ مطالعہ ہے۔

بخاری اور مسلم میں معراج کی روایات میں متعدد اختلافات ہیں مگر اس کے باوجود قرآنِ عزیز سے زائد جو ثبوت ان احادیث سے ملتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور ان اختلافات کی وجہ سے مفہوم اور نتیجہ کی تبدیلی کا دعویٰ کر کے کسی بھی اہلِ حق نے ان روایات کو غلط کہنے کی جرات نہیں کی بلکہ ان کی تطبیق کی مبارک سعی کی ہے اور وہ اس میں کامیاب ہوئے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدثھم عن لیلۃ اُسری بہ بینما انا فی الحطیم (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھ کو معراج ہوئی میں حطیم میں تھا کہ یہ واقعہ پیش آیا۔

وفی روایتہ فی الحجر (بخاری)

اور کبھی راوی کہتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں حجر میں تھا۔

[illegible]

وفی روایتہ فرج سقف بیتی و انا بمکۃ نزل جبرئیل ففرج صدری

میرے حجرہ کی چھت میں شگاف کیا گیا جبکہ میں مکہ میں تھا اور جبرئیل اترے اور انہوں نے میرا

وفی روایتہ انا فی الحجر اذ اتانی آت فشق ما بین ھذہ الی ھذہ (بخاری)

میں حجر میں تھا کہ آنے والا آیا اور اس نے میرا سینہ چاک کیا۔

اختصار کے لئے یہاں صرف دو اختلاف ہی کو میں نے نقل کیا ہے۔ ایک یہ کہ جب معراج کا واقعہ ہوا تو آپ کہاں تھے۔ روایات اس میں مختلف ہیں۔ (۱) آپ اپنے حجرۂ مبارک میں تھے آپ حطیم میں تھے۔ آپ حجر میں تھے۔ ایک روایت ہے کہ آپ ام ہانی کے مکان میں تھے۔ دوسرا اختلاف یہ کہ آپ کا "شقِ صدر" معراج کے واقعہ میں کس جگہ ہوا۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا

ہے کہ حجرۂ مبارک ہی میں ہوا، دوسری سے معلوم ہوتا ہے کہ حطیم میں ہوا، حالانکہ واقعہ معراج صرف ایک ہے۔[1]

چنانچہ اس واقعہ کے متعلق دو راہیں ہیں۔ ایک اہلِ حق کی اور دوسری اہل باطل کی۔ اہل حق کا اجماع ہے کہ صحیحین میں مذکور واقعہ صحیح اور واجب الایمان ہے اس لئے انھوں نے اس قسم کے اختلافات دور کرنے میں تسلی بخش تطبیق دیدی۔

دوسری راہ اہل باطل کی ہے انھوں نے اس قسم کے اختلافات سے فائدہ اٹھا کر نفس مسئلہ سے ہی انکار کر دیا۔

میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ بخاری و مسلم کی روایات اور معاہدہ مذکور کی روایت کی حدیثی حیثیت برابر ہے بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ اس قسم کے اختلافات سے جب روایت کے انکار کا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا تو ارباب سیر کے مختلف عنوانات کی وجہ سے ——— جو اگرچہ الفاظ میں مختلف ہیں مگر مفہوم و نتیجہ میں ہرگز مختلف نہیں ہیں ——— یہ ہرگز دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ "معاہدۂ یہود" نہیں ہے۔ جبکہ عنوانات قائم کرنے والے سب بلا خلاف اس پر متفق ہیں کہ یہ معاہدۂ یہود ہے۔ البتہ ہر صاحبِ علم کو یہ حق ہے کہ وہ یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ معاہدہ یہود ہے اس کے عنوانات پر تنقید کرے اور اُن کی خامیاں اگر ہوں تو بیان کرے۔

---

[1] محدثین نے کہا ہے کہ ان روایات میں اجمال و تفصیل اور بعض راویوں کے وہم کو دخل ہے۔ اس لئے ان اختلاف کی تطبیق یہ ہے کہ اُس زمانہ میں آپ کا اپنا مکان نہ تھا اور آپ اپنی چچازاد بہن ام ہانی کے گھر میں سکونت پذیر تھے واقعہ یہاں سے شروع ہوا اور پھر آپ کو مسجد حرام میں لیجایا گیا، ابھی تک آپ نیم خوابی کی حالت میں تھے یہاں آکر پھر نیند کا غلبہ ہو گیا۔ اس کے بعد بیدار کیا گیا اور پھر یہیں حطیم اور حجر کے پاس کعبہ کے قریب شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔ فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۶

اب جمہور کے اس "انبار" کو پھر ایک مرتبہ ملاحظہ فرمائیے (کہ جس میں حافظ ابن حجر، حافظ بدرالدین عینی، امام شافعی، حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم جیسے اساطین امت ہیں)

اس سے آگے چل کر طوالت بیجا کو اُسوہ بناتے ہوئے پروفیسر صاحب نے "ہے" اور "نہیں ہے" پر بھی محققانہ بحث فرمائی ہے۔ ارشاد ہے۔

> میں کہتا ہوں اس منقول یا منقول عنہ عبارت میں یہ جملہ ہے "اس لئے ان تینوں کی تفصیل کی گئی" میں نے اس جملہ پر خط کھینچ دیا ہے میں سمجھتا ہوں "تفصیل نہ کی گئی" کی جگہ "تفصیل کیگئی" غلط چھپ گیا ہے۔ اگر یہ غلط نہیں چھپا تو پھر میں سلسلہ کی عبارت کو نہیں سمجھ سکا ہوں۔ الخ

بیشک آپ صحیح سمجھے ہیں اور مضمون کو دیکھ کر ہر شخص یہی سمجھے گا، یہ کوئی دقیق بات نہیں ہے سیاق و سباق اس کا خود ضامن ہے اس لئے ہر جملہ پر "اگر" کے ساتھ شقوق پیدا کرنا اور ضروری توسگافیوں کو کام میں لانا کچھ موزوں معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ کتابت میں ایسی غلطیاں ہو ہی جایا کرتی ہیں اور اہلِ علم سیاق و سباق سے خود اُس کو صحیح کر لیا کرتے ہیں۔

اس کے بعد میرے ایک فقرہ کا حوالہ دیتے ہوئے اُس پر تنقید فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

> نیز جناب مولوی صاحب لکھتے ہیں بیان کردہ شبہ کو دور کرنے کے لئے انصاری قبائل کے یہود کی قبائل وار تفصیل دی گئی تاکہ جب معاہدہ میں انصار کا لفظ آئے تو اس سے صرف یثربی مسلمان مراد ہوں" نامۂ مبارک (جو میں نے نقل کیا ہے اور جسے معاہدہ کہا جا رہا ہے میں تو انصار کا لفظ ہی نہیں ہے تو پھر میں توجیہ یا تعلیل یا دلیل کو اگر نہ سمجھا تو معذور ہوں

مجھے لفظ انصار لکھ دینے میں اپنی تعبیری غلطی کا اعتراف ہے اور میں اس جانب توجہ دلانے پر پروفیسر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن "توجیہ یا تعلیل یا دلیل" کو نہ سمجھنے میں جناب کو معذور نہیں سمجھ سکتا اس لئے کہ میرا مقصد تو یہ ہے کہ معاہدۂ زیر بحث میں جن مقامات میں بنی عوف، بنی نجار، بنی ساعدہ

وغیرہ قبائل کا لفظ نام آیا ہے وہاں انصاری مسلمان مراد ہیں اور جن مقامات میں یہود بنی عوف، یہود بنی نجار اور بنی ثعلبہ وغیرہ آیا ہے وہاں وہ یہودی المذہب مراد ہیں جو یثربی قبائل میں سے یہودی ہو گئے تھے ۔ لہذا توجیہ یا تعلیل یا دلیل اپنی جگہ بالکل ٹھیک اور محکم و مضبوط ہے اور اگر جناب کسی غیر جانبدار شخص سے اس مضمون کا مطلب دریافت فرمائیں گے بلکہ مناظرانہ شان سے جدا ہو کر خود ہی توجہ فرمائیں گے تو یہی جواب ہوگا کہ لفظ "انصار" کو نکال دینے کے باوجود عبارت کا حاصل وہی ہے جو میں نے گزارش کیا۔ لہذا عبارت کے سقم کو اس طرح دور کیا جا سکتا ہے۔

تاکہ جب معاہدہ میں صرف انصار کے قبائل کا نام آئے تو اس سے فقط یثربی مسلمان مراد ہوں اور جب اُن کے قبائل کے یہود کا ذکر آئے تو قبائل کی تفصیل کے ساتھ لفظ یہود کا بھی ذکر آئے ۔

غرض جو شخص بھی برہان ماہ نومبر میں اس مضمون کو پڑھے گا اور پھر تصحیح کے بعد عبارت مسطورہ بالا کا مطالعہ کرے گا وہ بہ نظر انصاف یہ فیصلہ بآسانی کر سکے گا کہ دونوں صورتوں میں "توجیہ یا تعلیل یا دلیل" کی حقیقت، مفہوم، اور نتیجہ میں مطلق کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ دلیل کے ایک لفظ (انصار) میں معاہدہ کے لفظ کے ساتھ لفظی اختلاف ضرور پایا جاتا ہے جو تعبیری غلطی ضرور ہے مگر مقصد میں خلل انداز نہیں ہے

اس کے بعد پروفیسر صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے جب یہ تینوں نامبردہ قبائل نمایاں شہرت کے مالک تھے اور یہودیت میں امام۔ تو انکا نام نہ لیا جائے اور جو تابع ہوں اُن کو قبائل وار بصراحت بیان کیا جائے اور اس کے لئے "مثال" بھی طلب فرمائی ہے۔

مسطورہ بالا عبارت میں پروفیسر صاحب نے میرے قول کی صحیح ترجمانی نہیں فرمائی بلکہ اس کو اپنے خیال کے قالب میں ڈھال کر پھر اُس پر اعتراض فرمایا ہے۔ حالانکہ میں نے جو کچھ کہا تھا اُس سے خود یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ میرا اصل مدعا یہ ہے کہ اس معاہدہ میں تمام یہودِ مدینہ شامل ہیں۔ اور

معاہدہ کی دفعات میں یہود کے متعلق عمومی اطلاق اس مدعا کا بیّن ثبوت ہے۔

مثلاً جب معاہدہ کی عبارت شروع ہوتی ہے تو (معاہدہ کے اصل مقصد کو پورا کرنے کیلئے) تمام باشندگان مدینہ کو یہ کہہ کر معاہدہ میں شامل کر لیا جاتا ہے۔

مَن تبعھم فلحق بھم فحلّ معھم وجاھد معھم	اور جو (اس معاہدہ میں) مسلمانوں کیساتھ پابند و پیرو ہوگئے ہیں، اور ان کے ساتھ مل گئے ہیں، اور اُن کے ساتھ جہاد میں شریک بن گئے ہیں۔

اسکے بعد مہاجرین، انصار اور قبائل انصار کے باہم دیت، زرِ فدیہ، اصلاح ذات البین، انصاف اور خیرخواہی کی دفعات بیان کی گئیں تاکہ جب وہ فقط اوس و خزرج تھے، یا مہاجرین فقط قریش تو اُنکے درمیان جن معاملات کی وجہ سے جنگ اور خونخرابہ ہوا کرتا تھا اُس کے متعلق اسلامی احکامات واضح ہوجائیں۔

اس کے بعد عام الفاظ کے مصداق میں یہود کی تصریح کرکے یہود مدینہ کو بھی اس معاہدہ کا معاہد بنایا گیا اور ان کے لئے حسب ذیل دفعات بیان کیں۔

وانہ من تبعنا من الیھود فان لہ المعروف والاسوۃ غیر مظلومین ولا متناصر علیھم	اور بلاشبہ ان یہود کے لئے جو ہمارے پابند معاہد ہیں ہماری جانب سے خیرخواہی اور مواسات کا معاملہ رہیگا۔ نہ اُن پر ظلم کیا جائیگا اور نہ اُن کے خلاف کسی کو مدد دی جائیگی یعنی وہ اب معاہد
وانہ لا یجیر مشرک مالا لقریش ولا یعینھا علیٰ مومنٍ	اور یہ ضروری ہوگا کہ کوئی مشرک (کافر) مسلمانوں کے خلاف مکہ کے قریشیوں کو نہ مالی مدد دے گا اور نہ جانی۔

وان الیھود ینفقون مع المؤمنین ما داموا محاربین۔	اور یہ بھی ضروری ہوگا کہ جنگ کے زمانہ میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہودی بھی مصارفِ جنگ برداشت کریں گے۔

معاہدہ کی یہاں تک کی تمام عبارت میں (جو تقریباً ایک ورق کو حاوی ہے) کسی ایک جگہ بھی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس معاہدہ کو فقط انصاری قبائل کے یہودیوں کے ساتھ مخصوص کرتا ہو۔ اور اسی لئے جمہور علماء امت "من تبعنا من الیہود" کی تفسیر یہودِ مدینہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور لفظ "مشرک" تک کو امام شافعیؒ نے عام معنی "کفر" میں استعمال کرکے اس کے مصداق میں بھی یہود کو شامل کرلیا ہے، اس کے بعد یہ ایک واقعاتی سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس عموم میں اگرچہ مشہور قبائل یہود کے ساتھ ساتھ انصاری قبائل کے یہود بھی شامل ہوگئے تاہم انکی ایک حیثیت یہ بھی ہے کہ وہ نسل وخاندان کے اعتبار سے انصار کے افراد واجزاء ہیں اور مذہب کے لحاظ سے یہودی۔ تو کیا اسلامی احکام کے اعتبار سے ان یہود کے درمیان جو قحطانی یا اسرائیلی ہونے کے ساتھ ساتھ مالکِ قلعات وصاحب ساز وسامانِ جنگ بھی ہیں، اور انصاری قبائل یہود کے درمیان کوئی خاص فرق اور امتیاز تو نہیں ہے، جو بعض حقوق کے لئے محرومی یا اضافہ کا باعث بنتا ہو اس لئے کہ وہ یہودی ہوکر یہاں (مدینہ) میں نہیں بسے تھے، بلکہ یہودیوں سے متاثر ہوکر یہودی ہوگئے تھے، تو اب جب کہ ان کے تمام قبائل مشرف باسلام ہوکر انصار کہلائے تو ان کی حیثیت نہ زیر بحث قبائل یہود کی طرح مالکِ حصون وقلعوں کی تھی اور نہ نسل وخاندان کے لحاظ سے یہودی النسل تھے کی تو ضرورت تھی کہ ان دوسرے نمبر کے یہودیوں کی حیثیت کو بھی صراحت کے ساتھ بیان کردیا جائے لہٰذا لکھا گیا کہ۔

ان الیهود بنی عوف و موالیهم — قبیلہ بنی عوف کے یہودی اور ان کے غلام بھی

انفسهم امة من المؤمنین — مسلمانوں کی امت (جماعت) ہی میں شمار ہوں گے

اور اسی طرح یہود بنی النجار، بنی الحارث، بنی ساعدہ، بنی الاوس وغیرہ کے متعلق تحریر کر دیا گیا اور بتا دیا گیا کہ جان، مال، آبرو، اور تمام دنیوی معاملات میں وہ اپنے قبائل کے مسلمانوں ہی کی طرح ہیں، اسی لئے اس معاہدہ میں ان کے لئے "امۃ من المومنین" فرمایا اور "من تبعہم فلحق بہم" کے عام مصداق میں تمام معاہدین کو "امۃ واحدۃ من دون الناس" فرمایا، مگر اس کے ساتھ یہ بھی صراحت کر دی گئی کہ جہاں تک دین کا معاملہ ہے اس میں سب مسلمان علحدہ ایک قوم ہیں اور تمام یہودی علحدہ قوم

للیهود دینهم وللمومنین دینهم — یہود کے لئے اپنا دین رہے گا اور مسلمانوں کے لئے اپنا دین،

اس کے بعد پھر تمام معاہدین کے لئے کہ جس میں یہود مدینہ بھی شامل ہیں یہ عام دفعات تحریر کی گئیں۔

وان بینهم النصر علی من حارب اهل هذه الصحیفة — اور یہ ضروری ہوگا کہ اس عہد نامہ کے حلفاء میں سے اگر کوئی جنگ کرے گا تو تمام حلفاء کو اس کا ساتھ دینا ہوگا،

ان المدینة حرم لاهل هذه الصحیفة — اس معاہدہ کے تمام معاہدین کے لئے مدینہ جاء امن و حفاظت ہوگا۔

وان بینهم النصر علی من دهم یثرب — جو بھی مدینہ پر حملہ کرے گا سب اہلِ معاہدہ کو متحدہ طور پر اس کے مقابلہ میں مدد کرنا ضروری ہوگا۔

وانهم اذا دعوا الیهود الی صلح حلیف لهم فانهم یصالحونه وانهم اذا دعونا الی مثل ذلک فانه لهم علی المؤمنین الا من حارب الدین — اور اگر یہود سے یہ کہا جائے کہ وہ مسلمانوں کے دوسرے حلیفوں کو بھی اپنا حلیف بنائیں تو ان کو ایسا کرنا ہوگا اور اسی طرح اگر یہود مسلمانوں سے یہ مطالبہ کریں کہ ان کے حلیفوں کو مسلمان اپنا حلیف بنائیں تو ان کو بھی ایسا کرنا ہوگا